تفسیر نجوم الفرقان کے فقہی طرز استدلال کا تجزیاتی مطالعہ

حافظ عبد الغفار*

خورشید احمد قادری**

Abstract

The jurisprudence is the essence of Islamic teachings. It is the summary of Qur'ān and the soul of Messenger's (on whom be peace and greetings) sunnah. In general, it represents the sharīa'h and the path to follow for Islamic lifestyle. Therefore, the significance of its importance is clear in Islamic Studies. The scholars have been kept solving ummah problems through religious principles and will keep solving the problems till the day of judgement. Whenever there arises a new problem, the scholars provide the solution in the lights of Qur'ān and Hadith and set the rules till the day of judgement. Allama 'Abdul Razzāq Bhutrālwī also presented the solutions to different problem using the same principle i.e. he interprets a Quranic verse in such a way that provide the implied solution for paying ransom to poor against fasting for traveler and patient. Allama 'Abdul Razzāq Bhutrālwī discussed about the permission for women to visit graveyard by following the orders of Prophet (on whom be peace and greetings), when it was prohibited for everyone to go to graveyards but later on the permission was granted for the same act. In the same way Allama 'Abdul Razzāq Bhutrālwī presented his argument about the burning or sinking into the water or burying the shabby pages the Holy Qur'ān based on an order of Hazrat Uthman Ghani to burn all the copies of the Holy Qur'ān except Qurat-e-Quraish to bring uniformity.

KEYWORDS: *Tafsīr, Jurisprudence, Sacred Pages, Ransom, Jurisprudential Opinions.*

* حافظ عبد الغفار، ریسرچ اسکالر، شعبۂ علوم اسلامیہ، جی سی یونی ورسٹی، لاہور۔

** ڈاکٹر حافظ خورشید احمد قادری، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ علوم اسلامیہ، جی سی یونی ورسٹی، لاہور۔

تعارف

دین اسلام میں فقہ اسلامی تعلیمات کا نچوڑ ہے۔ یہ قرآن کریم کا خلاصہ اور سنت رسول ﷺ کی روح ہے۔ شریعت کے عمومی مزاج کا ترجمان ہے اور اسلامی زندگی کے لیے چراغ راہ ہے اس لیے علوم اسلامیہ میں اس کی جو اہمیت وضرورت ہے وہ روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ اس کی ضرورت واہمیت ہر دور میں یکساں رہی ہے۔ مجتہدین کرام قرآن و حدیث میں غوطہ زنی کر کے فقہی اصولوں کے ذریعے امت کے پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کرتے رہے ہیں اور تا قیامت کرتے رہیں گے۔ مرور زمانہ کے ساتھ جب بھی کوئی نیا مسئلہ در پیش آیا فقہا کرام نے قرآن وسنت کی روشنی میں اس کا حل پیش کیا ہے اور قیامت تک کے لیے اس کے اصول و قواعد بھی وضع کر دیے ہیں۔ علامہ بھترالوی نے انھی اصولوں کی روشنی میں بہت سے مسائل کے حل کے لیے قرآن وسنت اور صحابہ کرام کے عمل سے استنباط کیا ہے مثلاً قرآن کریم کی آیت: وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ[1] کی تفسیر کرتے ہوئے مسافر اور مریض کے روزوں کے بدلے مساکین کو دیے جانے والے فدیے کے متعلق ضمنی مسائل کا حل پیش کیا ہے۔ اسی طرح مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا[2] کے تحت ناسخ و منسوخ کی بحث کرتے ہوئے نسخ السنة بالسنة کے تحت مرد وخواتین کا قبرستان جانے سے منع کیا جانا اور پھر بعد میں اس کی اجازت دینے کے متعلق احکام بیان کرتے ہوئے خواتین کے قبرستان جانے کے جواز کے متعلق احکام کا استنباط کیا ہے۔ اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تدوین قرآن کے سلسلہ میں امت مسلمہ کو ایک قرأت پر اکٹھا کرنے کے لیے اضافی نسخوں کو جلانے کا حکم دیا اور فرمایا: وأمر بما سواه من القرآن في كل صحيفة أو مصحف، أن يحرق[3] یعنی قرأت قریش کے علاوہ ہر نسخے کو جلا دیا جائے۔ علامہ بھترالوی نے آپ کے اس عمل سے استدلال کرتے ہوئے قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق کو جلانے، پانی میں بہانے اور دفنانے کے متعلق مسائل کا استنباط کیا ہے۔

ابتدائیہ

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانیت کو عطا ہونے والا آخری اور مکمل صحیفۂ ہدایت ہے جو زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جب تک ملت اسلامیہ کی حیات اجتماعی قرآنی ہدایات کے زیر اثر رہی اور اس کی روح کو ملت اسلامیہ نے اپنے پیش نظر رکھا عروج اور غلبہ اس کا مقدر رہا، مگر اس ہدایت کو ترک کرتے ہی ملت اسلامیہ کی عظمت تاریخ کے صفحات کی زینت بن کر رہ گئی۔ ملت اسلامیہ کا یہ زوال اس کی دلیل ہے کہ اس امت کا تمام تر عروج قرآنی ہدایت سے وابستگی میں ہی مضمر ہے۔ قرآن حکیم اپنے قاری سے تعقل، تفکر اور تدبر کا تقاضا کرتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا[4]

"تو کیا وہ قرآن میں تدبر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں۔"

قرآن حکیم پر غور و فکر ہی اس سے ہدایت خیزی کا باعث بن سکتا ہے کیونکہ جب تک قرآن کریم سے تعلق مضبوط نہیں ہو گا اس کی تفہیم بھی ممکن نہیں۔ ہمارے اسلاف نے اس مقصد کے حصول کے لیے اپنے شب و روز لگائے، مشقتیں برداشت کیں اور بعد میں آنے والے لوگوں کے لیے تفہیم قرآن کے لیے آسانیاں پیدا کیں۔ صحابہ کرام کا یہ معمول تھا کہ نبی ﷺ سے دس دس آیات سیکھا کرتے تھے اور جب تک ان دس آیات کے علوم اور ان کے عملی پہلوؤں کو جان نہ لیتے مزید آیات نہ سیکھتے جیسا کہ عبد اللہ بن عمرؓ نے عمر بن خطابؓ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ وہ آٹھ سال تک سورۃ البقرہ کا علم حاصل کرتے رہے پھر صحابہ کرام کی طرح تابعین اور تبع تابعین اور متاخرین، محدثین اور فقہاء اور مفسرین نے بھی اس علم سے اپنی وابستگی کو قائم رکھا اور کلام اللہ کی صحیح فہم کی خاطر اپنی محنتوں کو صرف کیا اور اس طرح رسول اللہ ﷺ کی یہ علمی وراثت نسل در نسل منتقل ہوتی رہی اور ان شاء اللہ قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا اور اس سلسلے کی ایک کڑی عبد الرزاق بھترالوی ہیں کہ جنھوں نے اسلامی علوم کے حوالے سے اس دورِ زوال میں نجوم الفرقان من تفسیر آیات القرآن جیسی علمی تفسیر، درسی کتب کی شروح، حواشی، خلاصہ جات اور بہت سی دیگر کتب سپرد قلم کر کے موجودہ دور کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔

مفسر کا تعارف

علامہ قاضی حافظ عبد الرزاق بھترالوی بن مولانا قاضی عبد العزیز حطاروی بھترال ضلع راولپنڈی کے ایک علمی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ ۱۹۴۷ء میں پیدا ہوئے۔ یہ خانوادہ قاضی خاندان کے نام سے معروف ہے۔(۵) آپ کے آباؤ اجداد حطار ضلع چکوال میں رہائش پذیر تھے جن کا شمار اپنے زمانہ کے معروف علماء کرام اور مدرسین میں ہوتا تھا۔ بالخصوص حضرت علامہ قاضی برہان الدینؒ وہ جلیل القدر ہستی ہیں کہ جنھیں پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ (م: ۱۳۵۶ھ) کے استاد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اسی طرح استاد الصرف والنحو حضرت علامہ قاضی غلام رسول بھترالوی کا تعلق بھی اسی علم دوست گھرانے سے تھا۔ آپ نے علم الصرف پر کتاب "صرفِ بھترال" تحریر کی جو آج بھی دینی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے جس سے ایک عالم فیض یاب ہو رہا ہے۔ علامہ عبد الرزاق بھترالوی چشتی نے اسی علمی گھرانے میں آنکھ کھولی جس کا اوڑھنا بچھونا درس و تدریس تھا اور علمی لحاظ سے اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ آپ کے جلیل القدر اساتذہ میں مولانا غلام یوسف گجراتی، مولانا عبد الواحد، مولانا محمد عرفان نوری، مولانا غلام محمود ہزاروی، مفتی عزیز احمد قادری، مفتی محمد افضل حسین، مفتی محمد حسین نعیمی، علامہ محمد اشرف سیالوی، اور قاضی محمد اسرار الحق حقانی کے اسمائے مبارکہ شامل ہیں۔

علامہ عبد الرزاق بھترالوی ایک کہنہ مشق مدرس ہیں۔ آپ جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی میں ۴۰ سال

تک درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور اب اپنے ادارے " جامعہ جماعتیہ مہر العلوم " شکریال راولپنڈی میں فیضِ علم تقسیم فرمارہے ہیں۔ جامع مسجد غوثیہ ایف سکس ون، اسلام آباد میں بطور خطیب دعوت و تبلیغ کی ذمہ داریاں نبھاتے رہے ہیں۔ درس و تدریس اور وعظ و خطابت کے ساتھ ساتھ تحریر کا میدان بھی آپ کے پیشِ نظر رہا۔ آپ کی نوکِ قلم سے بہت سی کتب وجود پا کر اہل علم سے داد وصول کر چکی ہیں۔ درسی کتب کے حواشی اور شروحات آپ کا خاص میدان رہا ہے۔ آپ کی تحریر کردہ شروحات اور حواشی کو مدارس کے طلباء اور اساتذہ میں قبول عام حاصل ہوا ہے۔ آپ کی تصانیف میں عام قاری اور مدارس میں زیر تعلیم طلباء کے لیے ہی نہیں بلکہ ایک استاد کی سہولت کے لیے بھی وافر علمی مواد موجود ہے جس کی وجہ سے آپ کی عربی تصانیف کو اہل علم کے ہاں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ وطنِ عزیز کے علاوہ بیرون ممالک میں بھی آپ کے تحریر کردہ حواشی اور شروحات کو ایک خاص شہرت حاصل ہے۔ سید حسین الدین شاہ مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی نجوم الفرقان کی پہلی جلد کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں کہ:

> "چند سال پہلے مجھے ساؤتھ افریقہ جانے کا اتفاق ہوا ایک علمی مجلس میں انڈیا سے تشریف لائے ہوئے ایک عالم دین سے ملاقات ہوئی جب انھیں یہ علم ہوا کہ میرا تعلق جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی پاکستان سے ہے تو بڑی خوشی کا اظہار فرمایا اور بتایا کہ حضرت مولانا عبد الرزاق چشتی بھترالوی کا نور الایضاح پر عربی حاشیہ ہمارے ہاں بڑا مقبول ہے۔ اس حاشیہ و توضیح کو اہل علم نے بڑا پسند کیا ہے۔ ہندوستان میں اس حاشیہ کی الگ سے طباعت کرا کر دینی مدارس میں تقسیم کیا جارہا ہے۔"(۶)

تفسیر کا تعارف

اکیسویں صدی عیسوی میں علامہ غلام رسول سعیدی(م: ۲۰۱۶ء) کی تفسیر تبیان القرآن کے بعد تفصیلاً جو تفسیر اس وقت لکھی جارہی ہے وہ علامہ عبد الرزاق بھترالوی کی نجوم الفرقان من تفسیر آیات القرآن ہے۔ مفسر بھترالوی الحمد سے والناس تک نجوم الفرقان کو حوالۂ قرطاس کر چکے ہیں۔ آج اپریل ۲۰۱۹ء تک گیارہ جلدیں بازار میں دستیاب ہیں۔ ان گیارہ جلدوں میں سورۃ الفاتحہ سے سورۃ الاعراف آیت ۸۷، تک کی تفسیر کی گئی ہے۔ یہ گیارہ جلدیں نو ہزار سات (۹۰۰۷) صفحات پر مشتمل ہیں۔ باقی جلدیں وسائل کی دستیابی کی منتظر ہیں۔ یہ تفسیر مکمل طور پر طبع ہونے کے بعد جب منظر عام پر آئے گی تو بائیس جلدوں پر مشتمل ہو گی۔ صاحب نجوم الفرقان نے قرآن کریم کی آیات کی تفسیر سے قبل دو بامحاورہ اردو ترجمے کیے ہیں۔ پہلا ترجمہ کنز الایمان سے نقل کیا گیا ہے اور دوسرا ترجمہ علامہ بھترالوی کی اپنی کاوش ہے جس میں کنز الایمان کی تقریباً سو سال پرانی اردو کو جدید رنگ میں ڈھالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہر آیت کا ترجمہ معنوی طور پر کنز الایمان کی عکاسی کرتا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ قدیم الفاظ اور محاورات کو جدید ڈھنگ میں لکھا گیا ہے جس سے قاری قدیم اور جدید دونوں لہجوں سے فیض یاب ہونے کے ساتھ ساتھ مفاہیم قرآن کے بھی قریب تر پہنچ جا

تا ہے۔ نجوم الفرقان میں صاحب تفسیر اکثر مقامات پر کنز الایمان کا دیگر اردو تراجم قرآن کے ساتھ تقابل کرتے ہیں اور ان میں سے بہتر ترجمہ کی تعریف کرتے ہیں اور وجہ تعریف پر روشنی ڈالتے ہیں۔ آیات کا لغوی واصطلاحی معنی بیان کرنے کے ساتھ ساتھ صرفی، نحوی بحث کرتے ہیں، شان نزول کی روایات بیان کرنے کے بعد اسلاف کی تحقیقات اورآرا سے بھرپور استفادہ کرتے ہیں۔ امہات الکتب سے متقدمین کی مختلف آرا کا ذکر کر کے ایک رائے کو فوقیت دیتے ہیں یا ان میں تطبیق کرتے ہیں مثلاً قرآن کریم کی جو نقول حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تیار کروائی تھیں ان کے اختلاف میں آپ تطبیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "اس میں اگرچہ اختلاف تو ہے کہ جو نسخے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیار کروا کر مختلف علاقوں میں بھیجے وہ کتنے تھے؟ بعض حضرات نے کہا وہ نسخے کل چار تھے جو باہر بھیجے گئے، اور بعض نے کہا کل پانچ نسخے لکھوائے گئے اور بعض نے کہا کل سات نسخے لکھوائے گئے۔ ایک مکہ میں بھیجا گیا، دوسرا شام میں، تیسرا یمن میں، چوتھا بحرین میں، پانچواں بصرہ میں، چھٹا کوفہ میں اور ساتواں مدینہ میں رکھا گیا لیکن راقم کے نزدیک تمام اقوال کا مطلب ایک ہے ان میں کوئی اختلاف نہیں اس لیے کہ کل پانچ نسخے لکھوائے گئے ان میں سے ایک مدینہ طیبہ میں رکھ لیا گیا اور چار باہر علاقوں میں بھیج دیے گئے۔ چونکہ چار کی تعداد والوں نے یہ کہا، "ارسل عثمان اربعۃ مصاحف" حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار نسخے باہر بھیجے انھوں نے پانچویں نسخے کا انکار نہیں کیا جو مدینہ طیبہ میں تھا کیونکہ وہ باہر بھیجا نہیں گیا بلکہ ،**حبس بالمدینۃ واحداً** ایک نسخہ مدینہ طیبہ میں روک لیا گیا وہ کہیں نہیں بھیجا گیا۔ سات والوں کا قول بھی درست ہے کیونکہ اسناد صحیح سے حضرت ابرہیم نخعی سے ایک روایت آتی ہے آپ فرماتے ہیں:**قال لی رجل من اهل شام مصحفنا و مصحف اهل البصرة اضبط من مصحف اهل الکوفة** "مجھے شام کے لوگوں میں سے ایک شخص نے بتایا کہ کہ ہمارا مصحف (قرآن کا نسخہ) اور بصرہ والوں کا نسخہ کوفہ والے نسخے ہی سے ضبط کیا گیا۔ راقم کے نزدیک "اضبط" کا یہی معنی کیا جائے تو بہت سی الجھنوں سے نجات مل جاتی ہے اور تین قول ایک ہی نظر آئیں گے صرف انداز بیان مختلف ہو گا کسی نے ابتدائی طور پر لکھوانے کی تعداد کو دیکھ کر پانچ کہا اور کسی نے باہر علاقوں میں بھیجنے کی تعداد کو دیکھ کر چار بیان کیا اور کسی نے پہلے پانچ جو لکھوائے گئے ان کو دیکھ کر اور کوفہ کے نسخہ سے دو اور جو لکھوائے گئے ان تمام کی مجموعی تعداد کو دیکھتے ہوئے سات بیان کر دیا۔" (۷)

ضرورت واہمیت

علامہ عبدالرزاق بھترالوی دور حاضر کی عظیم علمی شخصیت ہیں۔ درس نظامی کی کتب اور دیگر کتب پر آپ کا علمی کام انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ درسیات سے متعلق کتب سے اہل علم کا آگاہ ہونا وقت کی اہم ضرورت تھی تاکہ لوگ

ان سے استفادہ کر سکیں۔ درسی کتب کے کہنہ مشق مدرس ہونے کی وجہ سے احکام والی آیات سے جس طرح موصوف نے فقہی مسائل کا استنباط کیا ہے وہ ہر صاحب علم کے لیے مفید ہے۔ قرآن و سنت سے فقہی استدلال کرنے کے متعلق اللہ تبارک و تعالیٰ نے خود تاکید کی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (۸)

"اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔"

اسی طرح آپ ﷺ کا فرمان ہے:

من يرد الله به خيرا يفقه في الدين۔ (۹)

"اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے دین میں سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔"

یہ بات تو پوری طرح واضح ہے کہ احکام شرعیہ کے استنباط کا اصل منبع کتاب اللہ رہا ہے، اس کے بعد سنت رسول اللہ ﷺ پھر قیاس و اجماع، جس کی حقیقی تصویر درج ذیل حدیث پاک میں دیکھی جا سکتی ہے:

من أصحاب معاذ بن جبل، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما أراد أن يبعث معاذا إلى اليمن قال: كيف تقضي إذا عرض لك قضاء قال أقضي بكتاب الله، قال: فإن لم تجد في كتاب الله، قال: فبسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: فإن لم تجد في سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولا في كتاب الله قال: أجتهد رأيي، ولا آلو فضرب رسول الله صلى الله عليه وسلم صدره، وقال: الحمد لله الذي وفق رسول، رسول الله لما يرضي رسول الله (۱۰)

"اصحاب رسول ﷺ میں سے جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ نے یمن کا قاضی بنا کر رخصت کیا تو اس وقت آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ: کوئی مسئلہ درپیش ہو تو اپنے فیصلے کی بنیاد کس کو قرار دو گے؟ حضرت معاذؓ نے عرض کیا کتاب اللہ کو۔ آپ نے پوچھا اگر اس میں کسی کا حل نہ مل سکے تو؟ فرمایا: احادیث سے فیصلہ کروں گا۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا: کہ اگر وہاں بھی نہ ملے تو؟ اخیر میں کہا کہ اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا اور حق کی جستجو میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ آپ ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا اس اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے رسول کے نمائندے کو حق کی توفیق عطا فرمائی جس پر اس کا رسول راضی ہے۔"

آپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے مزاجِ دین اور مزاجِ شریعت سے ہم آہنگی اور آگہی پر خوشی کا اظہار کیا اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے اللہ کے رسول کے قاصد کو اس

بات کی توفیق دی جس سے اس کا رسول راضی ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ قرآن و سنت کی روشنی میں مسائل کا حل تلاش کرنا عمل خیر ہے اور اس کی جستجو میں وقت صرف کرنا شریعت میں پسندیدہ ہے۔ اس میں شرط یہ ہے کہ یہ علم یقین کے درجہ پر ہو جیسا کہ علامہ بھترالوی علم فقہ کی تعریف کے بعد لکھتے ہیں:

"فقہ کی تعریف میں لفظ علم استعمال کیا گیا ہے یہ بمعنی یقین کے ہے یعنی جس کے ذریعے احکام شرعیہ فرعیہ کا یقین حاصل ہو اگر گمان حاصل ہوا تو وہ حقیقی معنی کے لحاظ سے فقہ نہیں اگرچہ مجازاً اسے فقہ کہہ لیا جاتا ہے۔"[11]

علم فقہ کی اہمیت

عہد صحابہ و تابعین میں فقہ کا لفظ ہر قسم کے دینی احکام کے فہم پر بولا جاتا تھا جس میں ایمان و عقائد، عبادات واخلاق، معاملات اور حدود و فرائض سب شامل تھے، یہی وجہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے فقہ کی تعریف میں فرمایا: **الفقه: معرفة النفس، مَالَهَا و ما علیها** [12] فقہ نفس کے حقوق اور فرائض وواجبات جاننے کا نام ہے۔ "بالعموم فقہائے کرام فقہ کی اصطلاحی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **العلم بالأحكام الشرعية العملية من أدلتها التفضيلية.** [13] احکام فرعیہ شرعیہ عملیہ کو تفصیلی دلائل سے جاننے کا نام فقہ ہے۔ صاحب رد المختار کے مطابق: **العلم با لاحكام الشرعيةالفرعية المكتسب من ادلتهاالتفصيلية**[14] ان احکام شرعیہ فرعیہ کا جاننا جو اپنے تفصیلی دلائل سے اخذ کئے گئے ہوں۔ علامہ ابن خلدون کے نزدیک فقہ **الفقه: معرفة أحكام الله تعالى في أفعال المكلّفين بالوجوب والحذر، والندب والكراهة والإباحة**[15] افعال مکلفین کی بابت اس حیثیت سے احکام الٰہی کے جاننے کا نام ہے کہ وہ واجب ہیں یا محظور (ممنوع و حرام)، مستحب اور مباح ہیں یا مکروہ۔ علامہ عبد الرزاق بھترالوی کے نزدیک فقہ کی تعریف یہ ہے: **الفقةهو العلم الحاصل بجملة من الاحكام الشرعية الفرعية بالنظر و الاستدلال**[16] فقہ وہ علم ہے کہ نظر و استدلال سے تمام احکام الشرعیہ فرعیہ حاصل ہوں۔

مقدار فدیہ صوم اور علامہ بھترالوی

روزہ بدنی عبادت ہے ایسے مرد یا عورت جو روزہ رکھنے کی طاقت کھو بیٹھے ہیں چاہے بڑھاپے کے ضعف کے سبب یا کسی ایسی شدید اور خطرناک بیماری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے جو روزہ رکھنے میں حائل ہو، یعنی اگر اس بیماری کی حالت میں روزہ رکھا جائے تو بیماری اور تکلیف میں اضافہ ہونے کا واضح خدشہ ہو ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ روزہ نہ رکھیں بلکہ اس کے بدلے فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا دے دیں جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وَعَلَى الَّذِيْنَ

یُطِیْقُوْنَہٗ فِدْیَۃٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَھُوَ خَیْرٌ لَّہٗ وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ[۱۷]

"گنتی کے دن ہیں تو تم میں جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں اور جنہیں اس کی طاقت نہ ہو وہ بدلہ دیں ایک مسکین کا کھانا پھر جو اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو وہ اس کے لیے بہتر ہے اور روزہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ بھلا ہے اگر تم جانو۔"

یہاں بعض اہل علم نے ہر روزے کے عوض ایک وقت کا کھانا مراد لیا ہے اور اکثر نے یہاں ایک روزے کے بدلے ایک مسکین کو دو وقت کا کھانا کھلانا مراد لیا ہے. قرین قیاس دو وقت کا کھانا ہی ہے کیونکہ یہ فدیہ رمضان میں ادا کرنے کا حکم ہے تو اس سے مراد سحری اور افطاری دونوں ہوں گے۔ **فدیة طعام مسکین**[۱۸] سے مراد یہ کسی نے بھی نہیں لیا کہ اس کھانے کا معیار وہ ہو جو وہ مسکین عام طور پر کھاتا ہے بلکہ اس سے مراد یہ لیا گیا ہے کہ فدیہ کے طور پر دیا جانے والا کھانا فدیہ دینے والے کے معیار کے مطابق ہو گا, یعنی اس سے مراد وہ کھانا ہو گا جو فدیہ دینے والا عام طور پر کھاتا ہے. لہذا اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس کا تعین فدیہ دینے والے نے خود انفرادی طور پر کرنا ہے. یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ فدیہ کی ایک مقدار مقرر کرنا محال ہے پس یہ ہر فدیہ دینے والے کیلیے اس کے انفرادی معیار کے مطابق کمی و بیشی ہو سکتی ہے۔ اس قدر فدیہ ادا کرنے کے بعد شرعی تقاضا پورا ہو جاتا ہے۔ لیکن اس میں اللہ رب العزت نے اضافے کی جو ترغیب دی ہے وہ بھی مد نظر رہنی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ،پس جو اس میں اضافہ کرے گا یہ اس کے اپنے لیے ہی بہتر ہو گا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ فدیہ میں جتنا بھی اضافہ کر لیا جائے وہ اسی قدر باعثِ خیر ہے۔ فقہی اعتبار سے یہ اضافہ کرنا مستحب عمل ہو گا۔ فدیہ دینے والا اضافہ کرے گا تو وہ اس کے لیے موجبِ خیر ہو گا لیکن اگر وہ اضافہ نہیں کرے گا اور اپنے معیار کے مطابق طعام مسکین بطور فدیہ دینے پر اکتفا کرے گا تو اس کے اوپر کوئی گناہ نہیں ہو گا بلکہ شرعی تقاضا پورا ہو جائے گا۔ اس سے یہ بات مزید واضح ہوئی کہ فدیہ کی مقدار کا تعلق ہر فدیہ دینے والے پر انفرادی طور پر منحصر ہے, کیونکہ اس میں اضافہ ہر فدیہ دینے والا اپنے ظرف جذبے اور ذوق و شوق کے پیش نظر کرے گا اور جتنا اضافہ کرے گا اس کے لیے اتنا ہی موجبِ خیر و برکت ہو گا ۔ صدقہ فطر کے لیے تو مختلف اجناس اور ان کی مقدار بعض روایات میں بیان کی گئی ہیں لیکن فدیہ کے لیے انتیس یا تیس یوم کے لیے دو وقت کے کھانے کا تعین خود شارع علیہ السلام نے کر دیا ہے۔ ایسے لوگ جو شیخ فانی ہوں یعنی عمر کے ایسے حصے میں ہوں کہ نہ روزہ رکھ سکتے ہوں اور نہ ہی آئندہ روزہ رکھنے کی امید ہو تو وہ روزے کی جگہ فدیہ دے دیں۔ جو شخص مریض تھا یا مسافر تھا روزے نہیں رکھ سکا، پھر صحیح ہو گیا یا مقیم ہو اور روزے قضا کرنے کا وقت مل گیا لیکن قضا نہ کر سکا تو اس پر لازم ہے کہ وصیت کر جائے کہ اس کے روزوں کا فدیہ ادا کر دیا جائے۔ اگر اس نے وصیت کر دی تو اس کے تہائی مال سے اس کے روزوں کا فدیہ ادا کرنا واجب ہو جائے گا۔ تہائی حصہ سے زائد مال بطور فدیہ تمام ورثاء اتفاق سے اور خوشی سے ادا کر دیں تو جائز ہے۔ اگر اس

شخص نے وصیت تو نہیں کی لیکن ورثاء کو معلوم تھا کہ اس کے ذمے اتنے روزے تھے وہ اپنی مرضی سے اس کا فدیہ ادا کر دیں تو اللہ تعالیٰ سے قوی امید رکھی جائے کہ وہ اس فدیہ کو قبول فرمائے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ فدیہ کی مقدار کیا ہونی چاہیے اس سلسلے میں علامہ عبد الرزاق بھترالوی نے جو مدلل تحقیق کی ہے وہ درج ذیل ہے:

فدیہ صوم کے متعلق علامہ بھترالوی کی تحقیق

علامہ عبد الرزاق بھترالوی نے، پیر مہر علی شاہ اور علامہ احمد رضا خان کے حوالے سے فدیہ کی مقدار اور ان کے پیمانوں کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے روزے کے فدیہ کی ادائیگی کے متعلق لکھا ہے:

"یا تو ایک روزے کے بدلے ایک مسکین کو دو وقت کا کھانا کھلا دے یا ہر روزے کے بدلے ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور دے یا نصف صاع گندم یا نصف صاع کشمش ادا کرے یا ان میں سے کسی ایک چیز کی قیمت حساب کر کے ادا کرے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ فدیہ کی مقدار وہی ہے جو صدقۃ الفطر کی ہے۔"[۱۹]

صاع کیا ہے؟

صاع ایک پیمانہ ہے جس کی مقدار فقہائے کرام نے درج ذیل بیان کی ہے۔

وھو ای صاع المعتبر مایسع الفاو اربعین درھماًمن ماش او عدس [۲۰]

"صاع وہ ہے جس میں ایک ہزار چالیس درہم کے وزن کے برابر ماش یا مسور سما سکیں۔"

ابن عابدین کی مندرجہ بالا تعریف کے مطابق ایک ہزار چالیس درہم کے تین ہزار چھ سو چالیس ماشے ہوتے ہیں جس کے تین سو تین تولہ چار ماشے بنتے ہیں اور اس کے کلدار روپے تین سو سولہ روپے چھے آنے ہوتے ہیں۔ پس بحساب فی سیر اسی روپیہ کلدار ایک صاع کا وزن تین سیر تین پاؤ سوا تین چھٹانک ہوتا ہے علمائے کرام نے صاع کا وزن احتیاطاً پورے چار سیر رکھا ہے۔

صاع کے بارے میں صاحب نجوم الفرقان کی تحقیق

"مولانا احمد رضا خان نے صاع کی مقدار چار سیر سات چھٹانک بیان کی ہے اختلاف دراصل صاع کی مقدار میں فقہائے کرام کے مختلف اقوال ہیں بلکہ شامی کے ایک قول کے مطابق صاع میں آٹھ رطل ہوتے ہیں ہر رطل ایک سو چالیس درہم کا وزن ہوتا ہے۔ اس قول کے مطابق صاع چار سیر سات چھٹانک ہے بعض حضرات نے اس قول کو بھی پیش کیا ہے۔ کسی قول کو رد کرنا تو ممکن نہیں صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ وزن جو سب سے زیادہ بیان کیا گیا ہے اس میں احتیاط ہے لیکن آجکل وزن کلو اور گرام سے ہو رہا ہے سیر اور چھٹانک سے نہیں ہو رہا۔ کلو سیر سے تقریباً ڈیڑھ چھٹانک بڑا ہے اس لیے آج کل کے حساب سے

احمد رضا خان کے قول کے مطابق بھی نصف صاع کا وزن دو کلو بیان کیا جائے تو کافی ہے اس کے اوپر دس بارہ گرام بنتے ہیں ان کی قیمت لوگ پانچ روپے بنا دیتے ہیں حالانکہ آج کل دس روپے فی کلو کے حساب سے دس گرام کی قیمت دس پیسے بنتی ہے۔"[۲۱]

صاحب نجوم الفرقان نے صاع کے متعلق جو تحقیق پیش کی ہے عصر حاضر کی تمام تفاسیر میں اتنی تفصیل سے اس کی وضاحت نہیں ملتی۔ یہ اسی تفسیر کا خاصا ہے کہ اس میں آیات کی تفسیر میں قرآن، سنت، اجماع، قیاس کے ساتھ ساتھ فقہائے کرام کی آراء کو بیان کرتے ہوئے دور حاضر کے مطابق مسائل کا حل پیش کیا گیا ہے۔

عورتوں کا قبرستان جانا

اس حقیقت سے کسی کو بھی انکار نہیں کہ انسان جب بھی قبرستان جاتا ہے یہ عمل اسے موت کی یاد دلاتا ہے۔ موت کو یاد رکھنا اعمال کے درست کرنے اور خطاؤں سے باز رہنے کی ترغیب دلاتا ہے آخرت کو سنوارنا جتنا مردوں کے لیے ضروری ہے اتنا ہی عورتوں کے لیے بھی ضروری۔ ہمارے معاشرے میں جہاں دیگر بہت سے مسائل میں اختلاف پایا جاتا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عورت قبرستان جاسکتی ہے کہ نہیں۔ کچھ علمائے کرام اس کے جواز کے قائل ہیں اور کچھ عدم جواز کی طرف گئے ہیں۔ یہ بات درست ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پہلے پہل زیارت قبور سے منع فرمادیا تھا لیکن بعد میں آپ ﷺ نے اجازت دے دی تھی جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

قال رسو ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا فانھا تزھد فی الدنیا وتذکر الآخرۃ[۲۲]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا (اب) تم قبروں کی زیارت کرو کیونکہ اس سے دنیا میں زہد حاصل ہوتا ہے، اور آخرت کی یاد آتی ہے۔"

اور اس اجازت میں مرد و عورت دونوں شامل ہیں مگر شرط یہ ہے کہ محض زیارت قبور کی خاطر شدر حال نہ ہو اور عورت بکثرت زیارت نہ کرے کیونکہ حدیث میں ہے:

لاتشدالرحال إلاالیٰ ثلاثۃمساجد[۲۳]

"نہ سامان سفر باندھا جائے مگر تین مسجدوں کی طرف۔"

اور ترمذی شریف میں ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوّارات القبور[۲۴]

"رسول اللہ ﷺ نے ایسی عورتوں پر لعنت کی جو بکثرت زیارت قبور کریں۔"

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ پر اگر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہے کہ عورتوں کا زیارت قبور کی نیت سے

قبرستان جانا جائز اور مستحسن امر ہے، بشرطیکہ کہ شرعی آداب و حدود کو ملحوظ رکھا جائے، یعنی ستر و حجاب سے متعلق احکام کی پابندی کی جائے اور رونے پیٹنے سے گریز کیا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے مرد و زن ہر دو کو قبروں کی زیارت سے منع فرمایا تھا، لیکن بعد ازاں یہ ممانعت ختم کر دی اور فرمایا:

كنت نهيتكم عن زيارة القبور ألا فزوروها، فإنه يرق القلب، وتدمع العين، وتذكر الآخرة(۲۵)

"میں نے تمھیں زیارت قبور سے روکا تھا، لیکن اب تم ان کی زیارت کیا کرو کہ اس سے رقت قلب پیدا ہوتی ہے، آنکھیں پرنم ہوتی ہیں اور آخرت کی یاد آتی ہے۔"

یہ امر ظاہر ہے کہ جس طرح ممانعت مردوں اور عورتوں کے لیے یکساں تھی، اسی طرح اب زیارت قبور کا حکم بھی دونوں ہی کے لیے ہے۔ علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ نے زیارت قبور کے جو مقاصد اور حکمتیں بیان فرمائی ہیں، خواتین کو بھی ان کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی کہ مردوں کو، لہٰذا اگر وہ ان کے پیش نظر قبرستان جانا چاہیں، تو ان کو کیوں کر روکا جا سکتا ہے؟ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی مؤقف ہے۔ چنانچہ مروی ہے:

عن عبد الله بن أبي مليكة، أن عائشة أقبلت ذات يوم من المقابر فقلت لها: يا أم المؤمنين، من أين أقبلت قالت: من قبر أخي عبد الرحمن بن أبي بكر، فقلت لها: أليس كان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن زيارة القبور قالت: نعم، كان قد نهى، ثم أمر بزيارتها(۲۶)

"عبد اللہ بن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ بیشک ایک دن حضرت عائشہ قبرستان کی طرف سے آرہی تھیں کہ استفسار کیا اے ام المؤمنین آپ کہاں سے آرہی ہیں تو آپ نے جواب دیا، اپنے بھائی عبد الرحمن بن ابو بکر رضی اللہ عنہما کی قبر سے واپس آرہی ہوں۔ ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا، کیا رسول خدا ﷺ نے زیارت قبور سے منع نہیں فرمایا؟ ام المومنین نے جواب دیا: ہاں یہ درست ہے، لیکن بعد ازاں آپ ﷺ نے اس کی اجازت مرحمت فرمادی تھی۔"

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ قبروں کے پاس کیا کہنا چاہیے، تو آپ ﷺ نے یہ کلمات سکھلائے:

السلام على أهل الديار من المؤمنين والمسلمين ويرحم الله المستقدمين منا والمستأخرين وإنا إن شاء الله بكم للاحقون(۲۷)

"اے ان گھروں والے مومنو اور مسلمانو! تم پر سلامتی ہو۔ ہم میں سے آگے جانے والوں اور پیچھے رہنے والوں پر خدا سلامتی فرمائے اور خدا نے چاہا تو ہم بھی جلد ہی تمھیں ملنے والے ہیں۔"

اس حدیث پاک سے استدلال اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ نہیں فرمایا کہ عورتوں کے لیے تو زیارت قبور ہی ممنوع ہے پھر دعا کا سوال کیسا؟ بلکہ آپ ﷺ نے انھیں باقاعدہ دعا

بتلائی جس سے عورتوں کے لیے زیارت قبور کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

صحیح بخاری میں دوسرے مقام پر اس مؤقف کی مزید تائید درج ذیل حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے:

عن أنس بن مالک رضي الله عنه، قال: مر النبي صلى الله عليه وسلم بامرأة عند قبر وهي تبكي، فقال اتقي الله واصبري (۲۸)

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک خاتون کے پاس سے گزرے جو قبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: خدا سے ڈرو اور صبر سے کام لو۔"

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس سے عورتوں کے لیے زیارت قبور کا اثبات ہوتا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس پر منع نہیں فرمایا بلکہ صبر کی تلقین کی ہے جس سے مسئلہ واضح ہے کہ آپ کی خاموشی تقریری حدیث ہے جو مسلمانوں کے لیے حجت ہے۔

علامہ عبد الرزاق بھترالوی عورتوں کے قبرستان جانے کے جواز کے قائل ہیں آپ نے سورۃ البقرہ کی درج ذیل آیت مبارکہ کی تفسیر میں ناسخ و منسوخ کی بحث کرتے ہوئے اس مسئلے کی وضاحت کی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۲۹)

"جب کوئی آیت ہم منسوخ فرمائیں یا بھلا دیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آئیں گے کیا تجھے خبر نہیں کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔"

مندرجہ بالا آیت مبارکہ کی تفسیر میں ناسخ و منسوخ کی بحث کرتے ہوئے نسخ السنۃ بالسنۃ کے تحت جس حدیث کا ذکر کیا ہے وہ یہی ہے کہ تمھیں پہلے قبروں پر جانے سے منع کیا تھا اب تمھیں اجازت ہے کہ جایا کرو آپ نے اس حدیث مبارکہ کی وضاحت میں لکھا ہے:

"نبی کریم ﷺ نے پہلے قبروں کی زیارت سے منع فرمایا تھا کیونکہ زمانۂ جاہلیت قریب تھا لوگ بت پرستی کے عادی تھے اس لیے منع کیا تاکہ لوگ قبر والوں کو معبود نہ سمجھ لیں۔ جب صحابہ کرام کے دلوں میں اسلام اور اسلامی طور طریقے راسخ ہو گئے تو آپ ﷺ نے اجازت فرما دی۔"(۳۰)

اس کے بعد آپ لکھتے ہیں:

"عورتوں کے لیے بھی قبروں کی زیارت کرنا جائز ہے۔ عام طور پر ایک حدیث پاک بطور دلیل پیش کی جاتی ہے کہ عورتوں کی قبروں کی زیارت کرنے پر لعنت ہے لیکن حدیث پاک کی مکمل وضاحت نہیں کی جاتی جو خود محدثین کرام نے بیان کی ہے۔"(۳۱)

وہ حدیث درج ذیل ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **لعن زوّارات القبور** "قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت ہے۔" ترمذی نے اس حدیث پاک کو حسن صحیح کہا ہے، اور خود ہی

حدیث پاک کی وضاحت ان الفاظ سے کی ہے:

قد رأی بعض اهل العلم ان هٰذا کان قبل ان یرخص النبی صلی الله علیه و سلم فی زیارة القبور فلما رخص دخل فی رخصته الرجال و نساء و قال بعضهم انما کره زیارة القبور للنساء لقلة صبرهن ولشدة جزعهن(۳۲)

"امام ترمذی نے کہا کہ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس حدیث پاک کے متعلق وضاحت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قبروں کی زیارت کی جو رخصت عنایت فرمائی ہے یہ حدیث اس سے پہلے کی ہے کیونکہ پہلے مردوں کو منع کیا گیا تھا اور عورتوں کو بھی منع کیا گیا تھا جب اجازت فرمائی تو مردوں اور عورتوں تمام کے لیے ہی اجازت فرمائی اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اگر عورتیں صبر نہ کریں اور قبروں پر جا کر زور زور سے رونا پیٹنا، جزع و فزع کرنا شروع کر دیں تو ایسی حالت میں ان کا قبروں پر جانا منع ہے۔"

مندرجہ بالا تمام دلائل سے یہ بات واضح ہے کہ قبرستان میں جانا منع نہیں ہے چاہے کوئی مرد ہو یا عورت ہو البتہ شریعت کے مزاج کے خلاف کوئی بھی عمل چاہے وہ مرد کرے یا عورت کرے اسے منع کیا جائے گا۔ آج کے بعض علماء پر افسوس ہوتا ہے کہ جتنا وہ تحریری و تقریری زور خواتین کے قبرستان میں جانے کے خلاف لگاتے ہیں اتنا کہیں بازاروں، سینماؤں، مخلوط محافل اور دیگر ایسے مقامات کہ جہاں سے فحاشی، عریانی کی دعوت دی جاتی ہے لگاتے تو یہ کہیں زیادہ بہتر ہوتا کیونکہ قبرستان جا کر عورت نئے فیشن یا بے راہ روی کا شکار نہیں ہوتی بلکہ خوف خدا اور آخرت کی فکر لے کر آتی ہے جبکہ بازاروں اور اس قسم کے دیگر مقامات پر جا کر آخرت کو فراموش کر دیتی ہے اور غافل ہو جاتی ہے اور شریعت کی روح یہ ہے کہ آخرت کو یاد رکھا جائے۔ باقی رہی یہ بات کہ عورتیں واویلا کرتی ہیں تو یہ ہم نے کئی بار مردوں کو بھی دیکھا ہے کہ وہ اونچا اونچا رو پیٹ رہے ہوتے ہیں اور بے صبری کا مظاہرہ کر رہے ہوتے ہیں۔ ایسی صورت حال میں مردوں کی تربیت کی جاتی ہے اور سمجھایا جاتا ہے کہ ایسا کرنا شریعت میں منع ہے تو یہی تعلیم عورتوں کو بھی دی جا سکتی ہے۔

صاحب نجوم الفرقان اور قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق کا مسئلہ

دور حاضر کا یہ ایک پیچیدہ مسئلہ ہے کہ قرآن کریم کے بوسیدہ اور پرانے اوراق کو کس طرح اور کہاں محفوظ کیا جائے؟ کیونکہ آج کل جس کثرت سے قرآن کریم کی طباعت ہو رہی ہے وہ ایک زندہ حقیقت ہے اگر پڑھنے والوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے تو اسی تناسب سے ہر مسجد اور مدرسے میں شہید قرآن کریم اور مقدس اوراق میں بھی اضافہ ہو رہا ہے جس کی وجہ سے بے حرمتی کا اندیشہ رہتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہر دور میں ایسے نیک و صالح لوگ موجود رہے ہیں کہ جو صدق دل سے قرآن کریم کا احترام کرنے کے ساتھ ساتھ پرانے اوراق کو ٹھکانے لگانے کا بھی اہتمام کرتے رہے ہیں اور آج تک کر رہے ہیں۔ ان سب کے باوجود دیکھا گیا ہے کہ گلی کوچوں میں جا بجا مقدس اوراق پاؤں تلے

روندے جارہے ہوتے ہیں۔ یہ اوراق اشتہاروں، اخبارات، اور نصابی کتب کے ہوتے ہیں جن پر آیات مبارکہ درج ہوتی ہیں۔ پڑھنے والے ایک مرتبہ پڑھ کر انھیں ردی کی ٹوکری میں ڈال دیتے ہیں یا سموسے پکوڑے والے اور دیگر دکاندار ان میں سودا سلف دے رہے ہوتے ہیں۔ الغرض کوئی بھی وجہ ہو مقدس اوراق کی بے حرمتی شرع پاک میں حرام ہے اگر کوئی جان بوجھ کر حقارت سے ایسا عمل کرے تو یہ کفر ہے اور اگر غفلت میں ایسا کرے تو یہ گناہ ہے۔ اگر عوام الناس کو اس مسئلے سے آگاہی ہو جائے تو معاشرہ ایک بہت بڑے گناہ سے بچ سکتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں آگاہی نہ ہونے کی وجہ سے بھی بہت سے فسادات اور بگاڑ پیدا ہو جاتے ہیں۔ فقہاء حضرات فرماتے ہیں کہ قرآن کریم اگر تلاوت کے قابل نہ رہے اوراق شہید ہو چکے ہوں تو اسے پانی میں بہادیا جائے یا دفنا دیا جائے یا جلا دیا جائے یہ تمام امور جائز ہیں لیکن ہر ایک عمل میں تقدس پامال نہیں ہونا چاہیے۔ اگر پانی میں بہانا ہو تو ایسے پانی میں بہایا جائے کہ جو گہرا ہو اور دوامی ہو کیونکہ عام نہروں میں بہانے سے بے حرمتی ہوتی ہے۔ جیسے ہی نہر کا پانی خشک ہوتا ہے تو جابجا قرآن کریم کے نسخے سطح زمین پر پڑے نظر آتے ہیں بھینسیں اور دیگر جانور اوپر چل رہے ہوتے ہیں۔ بسا اوقات ان بڑی نہروں سے چھوٹی نہریں نکلتی ہیں یہ مقدس اوراق ان نہروں سے ہوتے ہوئے عام کھال اور نالیوں میں جا پہنچتے ہیں جس سے ان مقدس اوراق کی بے حرمتی ہوتی ہے اسی طرح دفنانے اور جلانے کے عمل میں بھی احتیاط ضروری ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ہر اس عمل سے گریز کیا جائے گا جس سے بے ادبی کا اندیشہ ہو۔ اس موضوع پر لکھنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ اس سے عوام الناس کو آگاہی ہو علامہ عبد الرزاق بھترالوی نے نجوم الفرقان کے مقدمے میں اس کی وضاحت کی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک قرأت پر جمع کرنے کے لیے قرآن کریم کے نسخوں کو جلا دیا تھا تاکہ لوگ قریش کی قرأت پر اکٹھے ہوں اور نزع برخاست ہو جائے۔[۳۳] اس کے بعد دیگر محدثین اور ائمہ کبار کے مختلف حوالہ جات بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

> "اگر کوئی اور صورت نہ ہو تو اس نیت سے کہ قرآن پاک کے اوراق کی بے حرمتی ہو رہی ہے، پاؤں کے نیچے آرہے ہیں۔ بکھرے پڑے ہیں پیٹھ آرہی ہے جن بوریوں اور تھیلیوں میں ہیں ان کے پیچھے لوگ اپنے جوتے بھی رکھ لیتے ہیں۔ اس طرح کی بے حرمتیوں سے بچانے کے لیے اگر کوئی شخص قرآن پاک کے اوراق کو جلا کر راکھ دفن کر دے یا کسی دریا میں بہا دے تو جائز ہے۔"[۳۴]

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا عظیم کارنامہ

علامہ بھترالوی اپنے مؤقف کی تائید میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا درج ذیل عمل لائے ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جس وقت قرآن پاک کے نسخے تیار کرنے کو کہا تو انھیں تیار کر کے ہر علاقے میں ایک ایک نسخہ ارسال کیا، اور اس نسخے کے علاوہ ہر قسم کا قرآنی

نسخہ جلانے کا حکم دیتے ہوئے تمام امت مسلمہ کو ایک قرأت پر اکٹھا کیا جیسا کہ سید قاسم محمود لکھتے ہیں:

"حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جامع قرآن کہا جاتا ہے۔ اس میں اصل صورت یہ ہے کہ خلافت راشدہ کے زمانے میں عجمی علاقوں کی فتوحات سے اسلام عرب سے نکل کر عجم کے علاقوں میں پھیلنا شروع ہوا تو تلاوت قرآن میں عجمی انداز غالب ہونے لگا تو حضرت عثمانؓ نے تمام مسلمانوں کو قرآن مجید کی ایک قرأت پر جمع کیا یعنی قرأت قریش پر اور باقی تمام قسم کی قرأتوں کو ختم کرنے کا حکم دیا۔"(۳۵)

مندرجہ بالا معاملہ اس وقت ہوا جب آپ کی بارگاہ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے آکر عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین، اس سے پہلے کہ امت کتاب اللہ میں اختلاف کرنے لگے جیسے یہود و نصاریٰ نے کیا۔ اس کو سنبھال لیجیے۔ یہ بات سننے کے بعد آپ نے ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف پیغام بھیجا کہ جو قرآن کریم کا نسخہ آپ کے پاس ہے وہ دے دیجیے تاکہ اس سے مزید نقول تیار کر کے مختلف علاقوں کی طرف بھیجی جا سکیں جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہے:

أن حذيفة بن اليمان، قدم على عثمان وكان يغازي أهل الشأم في فتح أرمينية، وأذربيجان مع أهل العراق، فأفزع حذيفة اختلافهم في القراءة، فقال حذيفة لعثمان: يا أمير المؤمنين، أدرك هذه الأمة، قبل أن يختلفوا في الكتاب اختلاف اليهود والنصارى، فأرسل عثمان إلى حفصة: أن أرسلي إلينا بالصحف ننسخها في المصاحف، ثم نردها إليك، فأرسلت بها حفصة إلى عثمان، فأمر زيد بن ثابت، وعبد الله بن الزبير، وسعيد بن العاص، وعبد الرحمن بن الحارث بن هشام فنسخوها في المصاحف، وقال عثمان للرهط القرشيين الثلاثة: إذا اختلفتم أنتم وزيد بن ثابت في شيء من القرآن فاكتبوه بلسان قريش، فإنما نزل بلسانهم ففعلوا حتى إذا نسخوا الصحف في المصاحف، رد عثمان الصحف إلى حفصة، وأرسل إلى كل أفق بمصحف مما نسخوا، وأمر بما سواه من القرآن في كل صحيفة أو مصحف، أن يحرق(۳۶)

"بے شک حضرت حذیفہ ابن یمان رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ آپ شام، ارمینیا، آذر بائجان اور عراق کی فتوحات میں شامل تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو قرأت قرآن میں اختلاف کرتے ہوئے پایا تھا آپ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا امیر المؤمنین، اس سے پہلے کہ امت کتاب اللہ میں اختلاف کرنے لگے جیسے یہود و نصاریٰ نے کیا۔ اس کو سنبھال لیجیے۔ اس پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ آپ قرآن کریم کا نسخہ (مصحف) ہمیں بھیج دیں تاکہ اسے کئی مصاحف میں ہم نقل کر لیں، پھر آپ کو یہ نسخہ واپس کر دیں گے، سو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ نسخہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا زید بن ثابت، سیدنا عبد اللہ بن

الزبیر، سیدنا سعید بن العاص، سیدنا عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا۔ ان حضرات نے متعدد مصاحف میں اسے نقل فرمایا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان میں سے تین قریشیوں سے فرمایا۔ جب کسی لفظ قرآن میں تم اور زید بن ثابت میں اختلاف ہو تو اسے قریش کی زبان میں لکھنا کہ قرآن انھی کی زبان میں اترا ہے۔ سو ان حضرات نے ایسا ہی کیا۔ یہاں تک کہ جب مصاحف کے نسخے تیار ہو گئے تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ نسخہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس کر دیا اور لکھے گئے نسخوں میں سے ہر علاقے میں ایک نسخہ بھیج کر ساتھ ہی یہ حکم دے دیا کہ اس کے علاوہ کسی بھی صحیفے یا مصحف میں لکھا ہوا قرآن جلا دیا جائے۔"

دیگر فقہاء کرام کی آراء

الدر المختار مع ردالمختار

صاحب درالمختار کی رائے یہ ہے کہ اس قسم کے اوراق کو بڑے ہی ادب و احترام سے اس طرح دفنا دیا جائے جس طرح انسان کو دفن کیا جاتا ہے۔ ادب و احترام کی وجہ سے ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ کسی عیسائی کو اجازت نہ دی جائے کہ وہ قرآن کریم کو ہاتھ لگائے۔ جیسا کہ آپ لکھتے ہیں:

المصحف إذا صار بحال لا يقرأ فيه يدفن كالمسلم ويمنع النصراني من مسه۔ (۳۷)

"قرآن مجید کی جب ایسی حالت ہو جائے کہ اس پر تلاوت نہ کی جا سکے تو اسے دفن کر دیا جائے گا جیسے مسلمانوں کو دفن کیا جاتا ہے۔ اور عیسائی کو چھونے سے منع کیا جائے گا۔"

فتاویٰ عالمگیری

المصحف اذا صار خلقا لا يقرا منه ويخاف ان يضيع يجعل فی خرقة طاهرة ويدفن و دفنه اولیٰ من وضعه موضعا يخاف ان يقع عليه النجاسة او نحو ذلک ويلحد له لانه لو شق و دفن يحتاج الی اهالة التراب عليه وفی ذلک نوع تحقير الا اذا جعل فوقه سقف بحيث لا يصل التراب اليه فهو حسن ايضاً. المصحف اذا صار خلقا و تعذرت القرأة من لا يحرق بالنار (۳۸)

"جب قرآن کریم پرانا ہو جائے اور پڑھا نہ جائے اور ضائع ہونے کا ڈر ہو تو اسے پاکیزہ کپڑے میں باندھ کر دفن کر دیا جائے اور دفن کرنا اس سے بہتر ہے کہ کسی ایسی جگہ رکھ دیا جائے جہاں اس پر نجاست وغیرہ پڑنے کا ڈر ہو اور دفنانے کے لیے لحد کھودے کیونکہ اگر سیدھا گڑھا کھودا اور اس میں بوسیدہ قرآن دفن کر دیا تو اوپر مٹی ڈالنے کی ضرورت پڑے گی اور اس میں ایک طرح کی بے ادبی ہے۔ ہاں اگر اوپر چھت ڈال دے کہ قرآن کریم تک مٹی نہ پہنچے تو یہ بھی اچھا ہے۔ قرآن کریم جب بوسیدہ ہو جائے اور اس سے

قرات مشکل ہو جائے آگ میں نہ جلایا جائے۔"

مندرجہ بالا تمام دلائل سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ قرآن کریم کے اوراق کا ادب و احترام ہر حال میں ضروری ہے قطع نظر اس کے کہ وہ درست حالت میں ہیں یا بوسیدہ ہو چکے ہوں۔ سب سے بہترین طریقہ تو یہ ہے کہ بعض ادارے جو قرآن کریم کے شہید اوراق کو اور پرانے قرآن کریم کو ادب و احترام سے ٹھکانے لگانے والے ہیں ان کے سپرد کر دیا جائے جیسے صوفی برکت رحمۃ اللہ علیہ (م:۱۹۹۷ء) نے دار الاحسان دالووال سمندری روڈ پر اور اسی طرح دارالاحسان سالار والا سانگلہ ہل میں قرآن محل کے نام سے جگہ مخصوص کی ہوئی ہے جہاں پر پرانے قرآن کریم، اوراق درست مکمل کر کے سنبھالے جاتے ہیں اور بوسیدہ اوراق کے لیے کنویں کھود کر کر بوسیدہ اوراق کو زمین کے سپرد کیا جاتا ہے۔ اسی طرح کراچی میں کچھ درد دل رکھنے والے ہیں جو مقدس اوراق کو سمندر برد کر دیتے ہیں یہ بھی ٹھیک ہے مگر چھوٹی نہروں میں قطعاً نہیں بہانا چاہیے کیونکہ یہ آئے دن خشک ہوتی رہتی ہیں۔ رہی بات دفنا دینے کی تو گہری قبر کھود کر مانند مردہ احترام کے ساتھ دفنا دیا جائے تاکہ مٹی اوراق پر نہ پڑے۔

اوراق مقدسہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے

دور حاضر کے معاملات کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر ان اوراق کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے تو بہتر ہو گا۔ پرانے قرآن کریم کے نسخہ جات کے لیے قرآن محل یا بڑے دریا اور سمندر مناسب ہیں اور یہ عام طور پر کم ہوتے ہیں۔ دوسرے نمبر پر قاعدے، سپارے اور مقدس آیات والے اوراق جو شہید ہو چکے ہوتے ہیں انھیں جلا کر ان کی راکھ دریا برد کر دی جائے یا دفنا دی جائے اس طرح ان مقدس اوراق کی حرمت کو پامال ہونے سے بچایا جا سکتا ہے۔ یہ کام حکومتی سطح پر ہونا ضروری ہے کہ گورنمنٹ اس کا نوٹس لے اور اس کے لیے با قاعدہ ایک ادارہ ہو جو ملک بھر سے ان مقدس اوراق کو اکٹھا کر کے انھیں ٹھکانے لگائے کیونکہ اگر ہر بندہ جلانے بیٹھ جائے تو اس سے بھی بہت سی مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں جیسا کہ آئے دن ملک بھر سے یہ خبریں ملتی رہتی ہیں کہ فلاں شخص کو زندہ جلا دیا گیا کیونکہ وہ قرآن کریم کی بے حرمتی کر رہا تھا اس طرح معاشرے میں فساد پیدا ہونے کا اندیشہ ہے اور دوسری طرف جو دین دشمن طاقتیں ہیں انھیں بھی بے حرمتی کرنے کا موقع مل سکتا ہے۔ اگر حکومت کی سطح پر یہ کام ہو گا تو پھر اس قسم کی قباحتیں پیدا نہیں ہوں گی۔

کاغذ کا دوبارہ استعمال

یہ بھی ممکن ہے کہ جس طرح درختوں کے مختلف حصوں کو نرم کر کے کاغذ بنایا جاتا ہے اسی طرح صاف ستھرا طریقہ وضع کیا جائے جس کی بدولت ہر قسم کے مقدس اوراق کو ادب و احترام کا لحاظ کرتے ہوئے ایک نئی شکل میں دوبارہ ڈھال دیا جائے اور پھر اس کاغذ کو صرف قرآن کریم اور سپاروں کے لیے ہی استعمال کیا جائے۔ آج کے جدید دور میں یہ طریقہ سب سے محفوظ اور کار آمد ہو سکتا ہے اگر ادب و احترام کے تمام تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کام کیا جائے۔

خلاصۂ کلام

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہماری زندگی کے تمام مسائل کا حل قرآن کریم میں موجود ہے۔ ہر دور میں علمائے حق نے اس ذمے داری کو بڑے احسن انداز میں نبھایا ہے۔ موجودہ صدی میں پوری دنیامیں تقریباً ہر زبان میں اللہ رب العزت کے کلام مجید کی تفاسیر لکھی گئی ہیں اور گزشتہ دور میں بھی لکھی جاتی رہی ہیں اوراسی طرح پاک وہند کے اس خطے میں بھی بہت زیادہ کام ہوا ہے۔اس پورے دورانیے پرایک طائرانہ نظرڈالی جائے تو ان میں ایک نام علامہ عبدالرزاق بھترالوی کا ہے۔ آپ نے مختلف درسی کتب کے عربی حواشی، اردو خلاصہ جات، مختلف موضوعات پر بیسیوں کتب لکھنے کے ساتھ ساتھ بالخصوص قرآن کریم کی تفسیر نجوم الفرقان لکھ کر کار خیر میں ایک اہم اضافہ کیا ہے۔عام مسلمانوں کے لیے بالعموم اور مدارس کے طلباء اور اساتذہ کے لیے بالخصوص اس میں ہر قسم کا علمی ذخیرہ موجود ہے۔اس تفسیر کا خاصا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ اور انبیاء کرام کے متعلق استعمال کیے گئے الفاظ میں ادب واحترام کالحاظ رکھا گیا ہے۔ قرآن وسنت میں ہر مسئلے کی اصل موجود ہے جس سے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ اہل علم ان دلائل کو بنیاد بناکر دورِ حاضر میں پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کریں۔علامہ بھترالوی نے قرآن کریم کی تفسیر کرتے ہوئے قرآنی آیات، احادیث مبارکہ، اور آثار صحابہ سے ہر ہر مقام پر فقہی استنباط کرتے ہوئے مسائل کا حل پیش کیا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجبوری کی حالت میں روزہ ترک کرنے کا حکم دیتے ہوئے واضح فرمایا ہے کہ معذور و مجبور لوگ اپنے روزوں کے بدلے میں فدیہ دیں۔علامہ بھترالوی فدیہ کی مقدار، تفسیر کی روشنی میں صیاع کے ساتھ بیان کی۔اسی طرح نسخ کی گفتگو میں نسخ السنہ بالسنہ کی تفسیر میں قبرستان جانے کی ممانعت وبعدازاں اجازت کے احکام بیان کرتے ہوئے خواتین کے قبرستان جانے کے متعلق اپنی رائے دی ہے۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے امت مسلمہ کوایک قرأت پر متحد کرنے کے لیے باقی قرآن کریم کے نسخوں کو جلانے کا حکم دیا صاحب نجوم الفرقان نے آپ کے اس عمل سے استدلال کرتے ہوئے قرآن کریم اور دیگر مقدس بوسیدہ اوراق کو نظر آتش کرنے، پانی میں بہانے اور دفنانے کے احکام بیان کیے ہیں۔مفسر کے علمی کام کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگ بے شمار صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں اگر حکومت ان کی سرپرستی کرے تواس سے معاشرے کو بہت فائدہ ہوسکتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ البقرہ:۱۸۴

۲۔ البقرہ:۱۰۶

۳۔ بخاری، محمدبن إسماعیل أبو عبدالله البخاري الجعفي، الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وأیامہ، صحیح البخاري، المؤلف: ، المحقق: محمدزهیر بن ناصر الناصر، الناشر: دار طوق النجاة (مصورة عن السلطانیة بإضافة ترقیم ترقیم محمد فؤاد عبد الباقي)الطبعة: الأولی، ۱۴۲۲ھ، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، رقم الحدیث:۴۹۸۷۔

۴۔ محمد:۲۴

۵۔ قاضی خاندان کی وجہ تسمیہ کے بارے میں علامہ عبد الرزاق بھترالوی کا کہنا ہے کہ ہمارے خاندان کی اکثریت درس و تدریس سے وابسطہ تھی اس زمانے میں اساتذہ کے ساتھ قاضی کا لفظ لگایا جاتا تھا اسی مناسبت سے ہم اپنے نام کے ساتھ لفظ قاضی لکھتے ہیں۔

۶۔ نجوم الفرقان من تفسیر آیات القرآن، ج۱، ص۱۴

۷۔ بھترالوی، عبد الرزاق، نجوم الفرقان من تفسیر آیات القرآن، راولپنڈی مکتبہ احمد رضا کری روڑ، ج۱، ص۶۷۔۶۸۔

۸۔ التوبۃ:۱۲۲

۹۔ الصحیح البخاری، کتاب العلم، باب من یرد اللہ بہ خیرایفقھہ فی الدین، رقم الحدیث:۷۱

۱۰۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، بن إسحاق بن بشیر(م:۲۷۵) سنن أبي داود ، المحقق: محمد محیي الدین عبد الحمید، بیروت المكتبة العصریة، باب اجتهاد الرأی فی القضاء، رقم الحدیث:۳۵۹۲۔

۱۱۔ بھترالوی، عبد الرزاق، نماز حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم۔ ص۳۰۔

۱۲۔ الزرکشی، أبو عبد اللہ، بدر الدین محمد بن عبد اللہ(م: ۷۹۴ ھ)المنثور في القواعد الفقهیة ، وزارة الأوقاف الكویتیة، الطبعةالثانیة، ۱۴۰۵ھ، ج۱، ص۶۸۔

۱۳۔ ابن نجیم، زین الدین بن إبراهیم (المتوفی:۹۷۰ھ)البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج ۱ ، ص۳۔فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، ج۱، ص۱۳۔

۱۴۔ ابن عابدین، محمد أمین بن عمر بن عبد العزیز ، الدمشقي الحنفي (م: ۱۲۵۲ھ) رد المحتار علی الدرالمختار، بیروت دار الفکر، الطبعة:الثانیة، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۲ء، ج۱، ص۳۶

۱۵۔ ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد بن محمد (م:۸۰۸ھ) تاریخ ابن خلدون، ج ۱، ص، ۵۵۰، بیروت، دار القلم۔ الطبعة: الثانیة، ۱۴۰۸ھ۔

۱۶۔ بھترالوی، عبد الرزاق، نماز حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وسلم۔ ص۳۰۔ مقدمہ نور الانوار۔

۱۷۔ البقرہ:۱۸۴

۱۸۔ البقرہ:۱۸۴

۱۹۔ بھترالوی، عبد الرزاق، نجوم الفرقان، ج۴، ص۵۹۳۔

۲۰۔ ابن عابدین، محمد أمین بن عمر بن عبد العزیز عابدین، (م۱۲۵۲ھ) رد المحتار علی الدر المختار، باب صدقة الفطر ، بیروت، دار الفکر -الطبعة:الثانیة، ۱۴۱۲ھ، ج۲، ص۳۶۵۔

۲۱۔ بھترالوی، عبد الرزاق، نجوم الفرقان، ج۴، ص۵۹۳۔

۲۲۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ (م:۲۷۹ھ) سنن الترمذی، باب ماجاء فی الرخصة فی زیارة القبور، رقم الحدیث:۱۰۵۴، بیروت ، دار الغرب الاسلامی، طبع،۱۹۹۸ء۔

۲۳۔ بخاری، کتاب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ المکرمہ، رقم الحدیث:۱۱۸۹۔

۲۴۔ احمد بن حنبل، ابو عبد اللہ، شیبانی،(م:۲۴۱ھ) مسند امام أحمد بن حنبل، باب، مسند ابی ہریرہ، رقم الحدیث ۸۴۳۰۔

۲۵۔ أبو عبد اللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ بن محمد نیسابوري،(م:۴۰۵ھ) المستدرک علی الصحیحین، کتاب الجنائز، رقم الحدیث ۱۳۹۳، بیروت، دار الکتب العلمیة، تحقیق: مصطفی عبد القادر عطاء الطبعة:۱۴۱۱ھ۔

۲۶۔ أبو عبد اللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ بن محمد نیسابوري،(م:۴۰۵ھ) المستدرک علی الصحیحین، کتاب الجنائز، رقم الحدیث ۱۳۹۲، بیروت، دار الکتب العلمیة، تحقیق: مصطفی عبد القادر عطا، الطبعة:۱۴۱۱ھ۔

۲۷۔ مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشیري النیسابوري(م:۲۶۱ھ) صحیح مسلم، ،باب ما یقال عند دخول القبور والدّعاء لأهلها. رقم الحدیث:۹۷۴، بیروت، دار احیاء التراث العربی۔

۲۸۔ بخاری، أبو عبد اللہ، محمد بن إسماعیل،(م:۲۵۶ھ) الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول الله صلی الله علیه وسلم وسننه وأیامه، باب قول الرجل للمرأة عند القبر اصبری، رقم الحدیث:۱۲۵۲۔ المحقق: محمد زهیر بن ناصر الناصر، دار طوق الطبعة: الأولی، ۱۴۲۲ھ۔

۲۹۔ البقرہ:۱۰۶

۳۰۔ نجوم الفرقان ج۳، ص۵۵۷۔

۳۱۔ نجوم الفرقان، ج۳، ص۵۵۸۔

۳۲۔ التبریزی، محمد بن عبد اللہ الخطیب، مشکاة المصابیح، باب زیارة القبور، رقم الحدیث: ۱۷۷۰، تحقیق محمد ناصر الدین الألباني بیروت، المکتب الإسلامي الطبعة: الثالثة،۱۴۰۵ھ۔

۳۳۔ سیوطی، علامہ جلال الدین،۹۱۱ھ، تاریخ الخلفاء، اردو ترجمہ، کراچی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، س ن، ص ۲۵۲۔

۳۴۔ بھتر الوی، عبد الرزاق، نجوم الفرقان، راولپنڈی، ضیاء العلوم پبلی کیشنز،۲۰۰۷، ج۱، ص۴۷

۳۵۔ سید قاسم محمود، اسلامی شاہکار انسائیکلوپیڈیا، لاہور الفیصل، اردو بازار، ۲۰۰۰ء۔ ص۱۳۱۷

۳۶۔ بخاری، محمد بن إسماعیل أبو عبد الله البخاري الجعفي، الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول الله صلی الله علیه وسلم وسننه وأیامه، صحیح البخاري، المحقق: محمد زهیر بن ناصر الناصر، الناشر: دار طوق النجاة، الطبعة: الأولی، ۱۴۲۲ھ، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، رقم الحدیث:۴۹۸۷۔

۳۷۔ ابن عابدین، محمد أمین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الدمشقي الحنفي (المتوفی: ۱۲۵۲ھ) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطهارة، سنن الغسل، دار الفکر-بیروت۔ الطبعة: الثانیة، ۱۴۱۲ھ۔ ۱۹۹۲ء، ج۱، ص۱۷۷۔

۳۸۔ الفتاوی الهندیة، لجنة علماء برئاسة نظام الدین البلخي۔ الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة والمصحف وما کتب فیه شيء من القرآن، بیروت، دار الفکر الطبعة: الثانیة، ۱۳۱۰ھ، ج۵، ص۳۲۳۔